اس کی طرف حکومت توجہ دے۔ اس طرح عوام اور حکومت دونوں اپنے اپنے دائرۂ کار میں نفاذِ شریعت کے کام میں حصہ لیں تاکہ اس ملک میں نفاذ اسلام کا وہ عہد پورا ہو جائے جس کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ عہد کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ عہد کی خلاف ورزی کی سزا صرف آخرت ہی میں نہیں ملے گی بلکہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو قوم اس کے قوانین سے منہ موڑتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہٹا کر دوسری قوم لے آتا ہے جو اس جیسی نہیں ہوتی۔ اس لئے ہمیں ڈرنا چاہیئے کہ اگر ہم نے نفاذ شریعت کا اپنا عہد پورا نہ کیا اور خود کو اس ملک کا اہل ثابت نہ کیا تو پاکستان کی شکل میں عطا کردہ اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نعمت ہم سے چھن نہ جائے۔ پاکستان میں نفاذ شریعت کا عمل مکمل ہو جائے تو یہ عمل دنیا اور آخرت میں اہل پاکستان کی فوز و فلاح کا سبب ثابت ہو سکتا ہے۔ پاکستان باقی دنیا کے لئے روشنی کا مینار بن سکتا ہے۔

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:9-10 (1983)

اسلامی شریعت
ایک جامع و مکمل نظامِ قانون

ڈاکٹر احمد حسن

شریعت کی تعریف

شریعت لغت میں راستہ اور سیدھی پگڈنڈی کو کہتے ہیں۔ شرعۃ الماء سے مراد پانی پینے کی جگہ ہے۔ یعنی وہ جگہ جہاں جانور پانی پینے کے لئے جاتے ہیں۔ شرع کے معنی راستہ بنانے، راستہ کو واضح کرنے، اور صاف صاف بیان کرنے کے ہیں۔ اسی سے لفظ تشریع ماخوذ ہے، جس کے معنی قانون سازی کے ہیں۔ اصطلاح میں شریعت سے مراد وہ دینی قوانین ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔

یوں تو اصطلاح میں دین، شریعت، اور ملت میں سے ہر ایک کا مفہوم مختلف ہے، لیکن دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے ان کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی ان سے مراد وہ احکام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے۔ ان احکام کو ساخت اور بیان کے اعتبار سے شریعت کہا جاتا ہے۔ واجب التعمیل ہونے کے لحاظ سے ان کو دین کہا جاتا ہے۔ اور ملت جملہ احکام و قوانین کا مجموعی نام ہے۔[1]

لفظ اسلام ان سب کا جامع ہے۔ یعنی اہل علم نے شریعت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "الشریعۃ ما شرع اللہ لعبادہ من الدین"[2] یعنی شریعت ان احکام کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قانون کی حیثیت سے دیئے ہیں۔ ان احکام کی تشریع خواہ قرآن مجید سے ہو یا سنت سے۔ اس لئے شریعت کا ان احکام پر اطلاق ہوتا ہے جو قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ یعنی وہ احکام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] محمد رشید رضا۔ تفسیر المنار۔ دار المنار۔ قاہرہ ۱۳۶۷ھ ج ۲۔ صفحہ ۲۵۷۔

[2] القرطبی۔ جامع احکام القرآن (تفسیر القرطبی) مطبعہ دار الکتب المصریہ۔ قاہرہ ۱۹۴۶ء ج ۱۶، صفحہ ۱۶۳

پر بذریعہ وحی نازل ہوئے تاکہ آپ ان کو لوگوں تک پہنچائیں۔ وحی میں جلی اور خفی دونوں شامل ہیں۔

شریعت و فقہ میں فرق

اسلامی شریعت ان تمام احکام پر مشتمل ہے جن کا تعلق عقیدہ، اخلاق، عبادات، یا معاملات سے ہو۔ لیکن فقہ اسلامی میں صرف ان احکام سے بحث کی جاتی ہے جن کا تعلق عمل سے ہو۔ یعنی فقہ کا موضوع عبادات اور معاملات سے متعلق احکام ہیں۔ اس بنا پر فقہ صرف عملی احکام پر مشتمل ہے۔ شریعت فقہ سے زیادہ عام، جامع اور ہمہ گیر ہے، کیونکہ یہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق احکام پر مشتمل ہے۔ فقہ شرعی اور عملی احکام سے متعلق علم کا نام ہے۔ اس کا دار و مدار قرآن و سنت کی نصوص سے مستنبط احکام پر ہوتا ہے۔ نیز اس کا انحصار ان مآخذ پر بھی ہے جن کو شریعت نے صحیح و معتبر قرار دیا ہے یعنی اجماع و قیاس فقہی مآخذ کی حیثیت سے معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ اگر اسلامی شریعت ان دونوں مآخذ کو حجت قرار نہ دیتی تو ایک فقیہ ان سے شرعی احکام مستنبط نہیں کرسکتا تھا۔

شریعت قرآن مجید اور سنت نبوی کی شکل میں نازل شدہ احکام کو کہتے ہیں۔ یہ وحی پر قائم ہے یہ تشریع دینی ہے، یعنی یہ قانون اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا ہے۔ اس میں انسانی رائے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس کی مخالفت بھی حرام ہے۔ لیکن فقہ اسلامی کی یہ صورت نہیں ہے۔ یہ انسانی فکر، رائے، اور اجتہاد کے نتیجہ میں وجود میں آیا ہے۔ اس میں دو قسم کے احکام ہیں۔ ایک وہ جن میں رائے و اجتہاد کا پہلو کمزور ہے، تشریع الٰہی کا پہلو غالب ہے۔ ان میں وہ تمام احکام شامل ہیں جن کی فرضیت یا حرمت بلا کسی غور و فکر کے معلوم ہے جیسے فرضیت نماز، یا حرمت زنا وغیرہ۔ یہ ایسے احکام ہیں جو شرعی نصوص سے بالکل واضح و ظاہر ہونے کی بنا پر بلا کسی مشقت، بحث و اجتہاد کے مستنبط کئے گئے ہیں۔ اس قسم کے فقہی احکام اسلامی شریعت ہی کا ایک حصہ سمجھے ہیں یعنی ان کو بھی تشریع الٰہی ہی خیال کیا جاتا ہے اس لئے اس قسم کے احکام کی مخالفت بھی جائز نہیں۔

دوسری قسم کے وہ احکام ہیں جن میں رائے و اجتہاد کا پہلو غالب ہے، ان کو تشریع الٰہی نہیں سمجھا جاتا تھا جس کی مخالفت حرام ہو، اس لئے ان احکام میں اختلاف کی اس وقت تک گنجائش ہے جب تک یہ اختلاف ایسی دلیل پر قائم ہو جو اس سے زیادہ قوی ہو جو کسی مسئلہ میں موجود ہو، اور اس کو

نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ یا یہ اختلاف ایسے اجتہاد پر مبنی ہو جو نصوص کی رُوح کے زیادہ قریب ہو اس قسم میں پہلی قسم کے احکام زیادہ ہیں کیونکہ انسانی زندگی متحرک ہے۔ ہر زمانہ میں نت نئے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور ان کے لئے احکام بھی مستنبط کرنے ہوتے ہیں۔ اس لئے فقہ اسلامی کا یہ ذخیرہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ بڑھتا رہا ہے۔ اسلامی فقہ شخصی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہونے کے باوجود اسلامی شریعت، اس کے اصول اور اس کے قواعد پر قائم ہے اور اسلامی شریعت کے ساتھ ہم آہنگ ہے اس لئے فقہاء کی اجتہادی آراء بھی قابل قبول ہیں اور ان کو احترام و قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اسلامی شریعت کی خصوصیّات

اسلامی شریعت کی بعض ایسی خصوصیّات ہیں جو اس کو دوسری شریعتوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ اس کو پوری جامعیت اور تفصیل سے بیان کرنے کے لئے ایک مستقل تصنیف چاہیئے۔ یہاں ہم صرف چند اہم نکات پر اکتفا کریں گے۔ ان خصوصیّات میں سے چند اہم یہ ہیں۔ اسلامی شریعت اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسانوں کو دی گئی ہے۔ اس میں بدلہ یعنی جزا و سزا کا تصور یہ ہے کہ یہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ یہ ہر جگہ اور زمانہ کے لئے اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں پر حاوی ہے

اوّل۔ اسلامی شریعت منجانب اللہ ہے

اسلامی شریعت کا منبع اور سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس نے اپنے رسُول حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی اس کو نازل کیا۔ جو وحی الفاظ اور مضمون دونوں کے ساتھ نازل ہوئی، وہ قرآن ہے اور جو صرف مضمون کی شکل میں نازل ہوئی وہ سنّت ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی شریعت ان تمام قوانین سے جن کو انسانوں نے بنایا ہے۔ بنیادی طور پر مختلف ہے، کیونکہ ان قوانین کا سرچشمہ خود انسان ہے لیکن اسلامی شریعت کا سرچشمہ انسانوں کا خالق و پروردگار رب ہے۔ اس جوہری اختلاف کے سبب جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

اسلامی شریعت کے اصُول و احکام عام نقص اور خواہشات سے پاک ہیں کیونکہ ان کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کامل مطلق ہے اور یہ کمال اس کی ذات کے لوازم میں سے ہے لیکن

انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین ان نقائص اور خامیوں سے خالی نہیں اس لئے کہ ان کا صدور انسان سے ہوتا ہے۔ اور انسان میں یہ سب خامیاں موجود ہیں۔ اسلامی شریعت نے لوگوں کے درمیان ان کے رنگ، قومیت اور زبان کے اختلاف سے قطع نظر مساوات قائم کرنے کا اصول پیش کیا ہے اور ان کے درمیان فضیلت کا معیار عمل صالح اور خیر کے کاموں میں سبقت کرنے کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الحجرات۔ ۱۳) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔ اسلامی شریعت نے اس اصول کو اس وقت پیش کیا جب قومیت و قبائلی عصبیت معاشرہ پر چھائے ہوئے تھے۔ یہ دونوں عنصر معاشرہ میں امتیاز و برتری اور تفریق و اختلاف کی بنیاد ہیں۔ اس عادلانہ، سیدھے اور سچے اصول کا جب نفاذ ہوا تو اس نے عصبیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور رنگ و قومیت کا کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سُرخ (رومی) کو کسی کالے (حبشی) پر اور کسی کالے کو کسی سُرخ پر کوئی برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے[۱] شرعی قانون کے سامنے سب برابر ہوگئے۔ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا حضرت اسامہ بن زید نے آپؐ سے اس عورت کی سفارش کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔ تم سے پہلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہو چکے ہیں کہ ان میں سے جب کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔[۲]

جب کبھی صحابہ کرامؓ سے کوئی ایسی بات سرزد ہوتی جس سے جاہلیت کی بُو آتی تو آپؐ فوراً اس پر تنبیہ فرماتے۔ چنانچہ یہ اصول ایسی قوت کے ساتھ نافذ ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کے جملہ رسم و رواج اور نسب و قومیت پر فخر وغیرہ سب کو ختم کر دیا۔ دورِ حاضر میں اسلام کا یہ عادلانہ اصول آج تک نافذ نہ ہو سکا اور آج بھی دُنیا کے بعض ترقی یافتہ ملکوں میں رنگ و نسل کا امتیاز اور کالے گورے کی تمیز موجود

---

[۱] مسند احمد۔ دار صادر۔ بیروت۔ تاریخ طباعت درج نہیں۔ ج ۵۔ ص ۴۱۱

[۲] صحیح البخاری و صحیح مسلم۔ کتاب الحدود

ہے اور دونوں کے لئے قوانین علیحدہ علیحدہ بنائے گئے ہیں۔

اسلامی شریعت پر ایمان رکھنے والے خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، سب کے سب اپنے دل میں قانون الٰہی ہونے کے سبب اس کا احترام رکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھی ہوئی ہے کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ یہ قانون خُدا کی طرف سے انسانوں کی خیر و فلاح کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس لئے یہ دین کی صفت سے متصف ہے۔ جس قانون میں یہ صفت موجود ہو اس کا دل سے احترام کیا جاتا ہے اور اپنے اختیار اور خوشی سے اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ایسے قانون پر چلنے کے لئے انسان پر کوئی خارجی دباؤ نہیں ہوتا۔ ایمان کے سبب اس پر عمل کرنے پر انسان خود مجبور ہوتا ہے۔ اسلامی شریعت میں اس بات کی پوری طرح ضمانت موجود ہے کہ لوگ خود بخود اپنی مرضی و خوشی سے اس پر عمل کریں اور بغاوت پر قدرت کے باوجود اس سے بغاوت نہ کریں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کبھی بھی اسلامی شریعت کے اس ایمانی پہلو کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ ان قوانین کا انسانوں کے دلوں پر قبضہ نہیں ہوتا اور نہ ہی لوگوں میں ان کا اس قدر احترام اور ڈر ہوتا ہے۔ اس لئے جب کبھی لوگوں کو قانون کو نگرانی اور عدالت کی گرفت سے بچ نکلنے کا موقع ملتا ہے وہ ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس مخالفت سے وہ اپنی خواہشات کو پُورا کرتے اور اپنا مفاد حاصل کرتے ہیں۔ قانون کی قیمت کا اندازہ اُس کی صلاحیت سے ہوتا ہے۔ دوم اس بات سے ہوتا ہے کہ لوگ اس کا کس قدر احترام کرتے ہیں لوگوں کے دلوں پر اس کا کتنا تسلط ہے اور وہ اس کے احکام کی کتنی پابندی کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ ذیل کی مثال سے ہوتا ہے۔

جاہلی دَور میں شراب نوشی عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور اس کے پینے میں انہیں کوئی عار نہ تھی۔ ظہور اسلام کے بعد تدریجاً ان کو شراب سے روکا گیا اور سورۃ مائدہ میں مکمل طور پر اس پر پابندی لگا دی گئی۔ اس حکم کے نازل ہونے کے ساتھ ہی مسلمان شراب کے مٹکوں اور مشکیزوں کی طرف لپکے۔ مٹکوں کو توڑ دیا، مشکیزوں کو پھاڑ دیا۔ تمام شراب نالیوں میں بہا دی اور جو صحابی شراب پی رہے تھے انہوں نے شراب کے پیالے منہ سے ہٹا لئے۔ اس روز شراب گلیوں میں پانی کی طرح بہ رہی تھی۔ یہ سب کچھ شریعت اسلامی پر ایمان اور دلوں میں اس کے احترام و ہیبت کا نتیجہ تھا۔

اس کے برعکس بیسویں صدی میں امریکہ نے بھی اسلامی قانون کی شراب نوشی کی ممانعت کو اپنے

یہاں آزمانہ چاہا۔ اور امتناع شراب کا قانون نافذ کیا۔ اس کی رو سے لوگوں کے شراب بیچنے، خریدنے اور درآمد و برآمد کرنے پر مکمل پابندی لگا دی گئی۔ حکومت نے سینما، ڈراموں، ریڈیو، کتابوں، رسائل اور اخبارات کے ذریعہ اس قانون کی زبردست تشہیر کی اور ان سب میں شراب نوشی کے نقصانات بتلائے گئے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس نشر و اشاعت پر ۶۵ ملین ڈالر خرچ ہوئے تھے۔ شراب کے نقصانات اور اس سے روکنے کے سلسلہ میں جو تفصیلات قلم بند کی گئیں وہ ہزاروں صفحات پر چھپی ہوئی ہیں اور اس قانون کے نافذ کرنے میں لاکھوں پونڈ خرچ ہوئے۔ اس قانون کے نافذ ہونے اور اکتوبر ۱۹۳۳ء کے درمیانی عرصہ میں اعداد و شمار کے مطابق دو سو آدمی ہلاک ہوئے۔ پانچ لاکھ آدمی جیلوں میں بند ہوئے۔ اس کی مخالفت کی بنا پر لوگوں پر پندرہ لاکھ پونڈ کا جرمانہ ہوا۔ اس کی مخالفت کے سبب چار سو ملین پونڈ قیمت کی جائیداد بحق سرکار ضبط کی گئی۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ امریکی حکومت ۱۹۳۳ء کے اواخر میں شراب نوشی کی ممانعت کے قانون کو منسوخ کرنے پر مجبور ہو گئی۔[۱] کثیر مقدار میں مال کا خرچ اور حکومت کی پوری طاقت لوگوں کو شراب کے چھوڑنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ کیونکہ لوگوں کے دلوں پر قانون کا تسلط نہیں تھا۔ جو اس کے احترام اور پابندی پر ان کو مجبور کرتا۔ لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلامی شریعت کے امتناع شراب کے اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے بڑے پیمانہ پر نشر و اشاعت نہیں کی گئی۔ کتابیں اور رسالے شائع نہیں کئے گئے۔ کسی سپاہی فوج یا نگران و محافظ کے ذریعہ شراب ضائع کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا۔ یہ صرف ایمان کی قوت اور اسلامی شریعت کی صداقت تھی جس نے ان کو اس کے ترک پر مجبور کر دیا۔

دوم۔ اسلامی شریعت میں جزاء کا تصور

قانون کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسے جزاء (بدلہ) کے ساتھ مربوط ہوتا ہے جو قانون سے روگردانی کرنے والے کو حکومت کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس کو سزا کہا جاتا ہے۔ فوجداری قوانین کی خلاف ورزی میں یہ سزا جسمانی اذیت، قید و بند اور جرمانہ کی شکل میں دی جاتی ہے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو مقالہ (PROHIBITION) انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔ جلد ۱۸ صفحہ ۵۱۰، نیز دیکھئے عبدالکریم زیدان۔ المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ۔ مطبعہ عربیہ بغداد ۱۹۶۶ء ص ۴۲-۴۳

دیوانی قوانین سے روگردانی کی صورت میں بعض سزائیں ہیں۔ قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں مقروض کو قرض ادا کرنے پہ مجبور کیا جاتا ہے، یا اس کو قید کی سزا دی جاتی ہے۔ خرید و فروخت کی صورت میں قیمت کی ادائیگی یا خرید شدہ مال کی واپسی پہ مجبور کیا جاتا ہے۔ خلافِ قانون معاہدہ کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں قسم کی سزائیں دنیوی ہیں کیونکہ آخرت کے امور میں حکومت کا کوئی دخل نہیں۔ اسلامی شریعت اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں اس اعتبار سے تو مماثلت ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں دونوں میں سزا دی جاتی ہے لیکن اس لحاظ سے دونوں مختلف ہیں کہ اسلامی شریعت میں سزا دنیوی بھی ہوتی ہے اخروی بھی۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں جزاء کا تصور اخروی ہی ہے لیکن زندگی کے مسائل مثلاً معاشرہ میں عدل و راستی کا قیام، انسانوں کے باہمی تعلقات میں خوشگواری اور ان کے حقوق کا تحفظ وغیرہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ اخروی جزاء کے ساتھ دنیا میں بھی جرم کی سزا دی جائے۔ تاہم اسلامی شریعت میں جزاء کا دائرہ عام ملکی قوانین کے دائرہ سے زیادہ وسیع ہے، کیونکہ یہ افراد کے تمام معاملات پہ حاوی ہے، جن میں دینی اور اخلاقی امور بھی شامل ہیں لیکن یہ جامعیت انسانوں کے بنائے ہوئے عام ملکی قوانین میں نہیں۔ انسان دنیوی سزا سے تو بچ سکتا ہے لیکن اُخروی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اخروی سزا سے بچنے کے لئے سچی توبہ اور حق کی ادائیگی ضروری ہے۔ اخروی سزاؤں کے بارے میں متعدد آیات میں تصریح موجود ہے۔ مثلاً میراث کے احکام بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا۔ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا ولہ عذاب مھین (النساء ۱۴) ترجمہ۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسُول کی نافرمانی کرے، اور اس کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کے لئے رسواکن عذاب ہے۔ حرابہ یعنی رہزنی کی سزا بیان کرنے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ذٰلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم (المائدہ۔ ۳۳) یعنی دنیا میں ان کے لئے یہ رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے عذاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان آخرت کے حساب اور سزا کے ڈر سے شرعی احکام کے سامنے جُھکتا ہے کیونکہ اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں سزا سے بچ بھی گیا تو آخرت میں سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اگر کبھی غفلت سے جرم کر بھی بیٹھا ہے تو خود اپنی خُوشی سے

دنیا میں سزا کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ آخرت میں سزا سے بچ جائے۔ حضرت ماعز اسلمی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جنہوں نے ارتکاب زنا کا اقرار کیا۔ قبیلہ غامد کی ایک عورت نے بھی اس جرم کے ارتکاب کا اعتراف کیا تھا، اور حد اپنے پر حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ شرعی احکام کی خلاف ورزی سے باز رہنے کا محرک یا تو اسلامی شریعت کا احترام ہے، یا اللہ تعالیٰ کے سامنے شرم وحیا کا احساس، یا آخرت میں سزا کا خوف۔

سوم، اسلامی شریعت کی ابدیت اور عالمگیریت

اسلامی شریعت تمام انسانوں کے لئے اور ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے بھیجی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ (اعراف۔ ۱۵۸) یعنی اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً (سبا۔ ۲۸) یعنی ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ یہ شریعت ہمیشہ باقی رہے گی یہ نہ منسوخ ہوگی اور نہ اس میں کوئی تبدیلی آئیگی۔ کیونکہ ناسخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قوت میں منسوخ کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ اسلامی شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی کوئی دوسری شریعت ہی منسوخ کرسکتی ہے لیکن کیونکہ اسلامی شریعت تمام دوسری شریعتوں کو منسوخ کرنے والی شریعت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اس لئے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس شریعت کو کوئی دوسری شریعت منسوخ کریگی یا بدلے گی۔

مقاصد شریعت

اسلامی شریعت کی آفاقیت، بقا، ابدیت، اور ناقابل نسخ وتبدیلی یہ سب صفات اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ اس کے قواعد اور احکام اس طرح کے ہوں کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ پر لوگوں کی مصالح کے مطابق پورے اُترسکیں۔ ان کی ضروریات پوری کرسکیں۔ ان میں کوئی تنگی نہ ہو۔ معاشرہ کا معیار چاہے جتنا بلند

ہو جائے وہ اس معیار پر ہمیشہ پورے اتریں۔ اسلامی شریعت میں یہ صفات پورے طور پر موجود ہیں اللہ تعالٰے علیم وخبیر ہے۔ اس نے چونکہ اس کو ہر زمانہ وہر مقام کے لئے بنایا ہے، اور اس سے تمام شریعتوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے قواعد واحکام کو بھی اس طرز پر بنایا ہے کہ وہ ہر زمان ومکان کے لئے موزوں ہوں۔ شریعت کی واقعیت، اس کے ماخذ، اس کے احکام واصول کی طبیعت، اور ان بنیادوں کا مزاج جن پر یہ احکام قائم ہیں۔ اس بات پر شاہد ہیں۔ اس ضمن میں مقاصد شریعت پر ذرا ہم تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ جس سے اس کی ہمہ گیریت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دنیا وآخرت میں بندوں کی مصالح کو پورا کرنے اور مفاسد کو دور کرنے کے لئے شریعت کو بنایا گیا ہے[۱]۔ بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ ان الشریعۃ کلھا مصالح، اما درء مفاسد او جلب مصالح[۲]۔ یعنی پوری شریعت مصالح ہی کا نام ہے۔ خواہ خرابی دور کرنا ہو، یا حصول منفعت مقصود ہو۔ فقہا نے مصلحت کی تعریف ہی جلب منفعت ودفع مضرت سے کی ہے۔ یعنی نفع حاصل کرنے اور نقصان کے دور کرنے کا نام مصلحت ہے۔ شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہیں[۳] اور ہر حکم کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے یہ بات علیحدہ ہے کہ بعض احکام کے مقاصد اور ان کی مصالح وحکمتیں انسانی عقل وفہم سے بالا ہوں۔ ایسے احکام تعبدی کہلاتے ہیں۔ اس کی تائید میں ہم چند آیات واحادیث پیش کرتے ہیں۔

---

[۱] شاطبی۔ الموافقات۔ مطبوعہ قاہرہ۔ تاریخ طباعت درج نہیں، ج ۲۔ ص ۶، ۳۷

[۲] عزالدین بن عبدالسلام۔ قواعد الاحکام مطبوعہ قاہرہ ج ۱۔ ص ۹۔

[۳] اس سلسلہ میں شاطبی لکھتے ہیں:۔ ان الشریعۃ انما وضعت لمصالح الخلق باطلاق۔ یعنی شریعت مخلوق کی مطلق مصالح کے لئے بنائی گئی ہے انہوں نے مصالح کی تعریف مختلف مقامات پر مختلف الفاظ میں کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔ اعنی بالمصالح مایرجع الی قیام حیوۃ الانسان وتمام عیشہ ونیلہ ما تقتضیہ الاوصاف الشھوانیہ والعقلیہ علی الاطلاق حتی یکون منعما علی الاطلاق۔ یعنی مصالح سے میری مراد تمام وہ چیزیں ہیں جن سے انسانی زندگی قائم ہے۔ اور جن سے انسان کامل طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے اس کی شہوانی وعقلی صفات جن چیزوں کی متقاضی ہیں۔ ان سے وہ بہرہ ور ہوتا ہے۔ تاکہ جن نعمتوں کی اس کو ضرورت ہے وہ اس کو علی الاطلاق پورے طور پر حاصل ہوں۔ الموافقات۔ مطبوعہ تیونس ۱۳۰۲ھ (مطبعۃ دولتیہ) ج ۲ ص ۱۴-۱۷)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین (الانبیاء۔ ۱۰۷) یعنی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ رحمت انسانی زندگی کی تمام خیروخوبیوں، منافع ومصالح کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اور مفاسد ومضرتوں کے عام پہلوؤں کی اس سے نفی ہوتی ہے۔ فقہاء اسی آیت سے تعلیل احکام پر استدلال کرتے ہیں۔ جس پر قیاس کا دارومدار ہے۔ بعض احکام میں ان کی علتیں بیان کرکے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ احکام انسانوں کی مصالح کے لئے دئے گئے ہیں۔ ذیل میں ہم ایسی چند آیات پیش کرتے ہیں۔ ولکم فی القصاص حیٰوۃ یااولی الالباب (البقرۃ۔ ۱۷۹) یعنی قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اے عقل والو! انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر و یصدکم عن ذکر اللہ فھل انتم منتھون (المائدہ۔ ۹۱) یعنی شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرے، اور تمہیں اللہ کی یاد سے روک دے۔ تو کیا تم باز آجاؤ گے۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم (الانفال۔ ۶۰) یعنی اے مسلمانو تم سے جس قدر ہو سکے ہر قسم کے سامان جنگ سے اور پلے ہوئے گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے تیاری کرتے رہو۔ تاکہ اس آمادگی اور تیاری کے باعث تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھائے رکھو۔ دشمن کو ڈرانا بھی مصلحت ہے، کیونکہ جب وہ مسلمانوں کی قوت دیکھے گا تو ان کی دشمنی سے باز رہے گا۔ ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن (البقرہ۔ ۲۲۲)۔ یعنی آپ کہہ دیجئے کہ حیض نجاست ہے اس لئے حیض کی حالت میں عورتوں سے علیحدہ رہو۔ اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) اے نوجوانوں کے گروہ۔ جو تم سے نکاح کے اخراجات کی طاقت رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ شادی کرے۔ کیونکہ یہ نگاہ نیچی رکھنے اور پاکدامنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اور جو تم میں سے اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کو چاہیئے کہ وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ اس کے لئے بچاؤ وحفاظت کا باعث ہے۔ شرعی احکام پر عمل کرتے ہوئے بعض اوقات

سخت مشقت ہوتی ہے۔ اس کو دُور کرنے کے لئے رخصت کا اصول وضع کیا گیا۔ مثلاً اکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔ اضطرار اور مجبوری کی حالت میں حرام کھالے کی اجازت ہے۔ مسافر اور مریض کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اور اسی طرح دوسری رخصتیں ہیں۔ مشقت کا دُور کرنا خود مصلحت کی رعایت ہے۔ اسی طرح تشریع احکام کی تدریج، نسخ اور سد ذرائع اور حیل بھی مصلحت ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔

شرعی احکام کے تفصیلی جائزہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کی مصالح جن امور سے متعلق ہیں اور جن مقاصد کے لئے یہ احکام دیئے گئے ہیں ان کے تین درجے ہیں۔ ضروری، حاجی، اور تحسینی، ضروری وہ مصالح ہیں جن پر انسان کی دنیوی زندگی موقوف ہے۔ انسانی زندگی کا قیام ان کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر یہ مصالح حاصل نہ ہوں تو دُنیا میں فساد پھیل جائے۔ انتشار عام ہو جائے اور زندگی کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ یہ ضروریات مندرجہ ذیل ہیں۔

حفاظت دین، حفاظت جان، حفاظت عقل، حفاظت نسل اور حفاظت مال۔

بعض نے نسل کی جگہ آبرو کو رکھا ہے۔ ان کو قواعد خمسہ یا کلیات خمسہ کہتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی رعایت ہر مذہب وملت میں ملتی ہے۔ دوسری حاجیات ہیں۔ یہ چیزیں وہ ہیں جن کا انسان تنگی ومشقت دُور کرنے، اور آسانی و وسعت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے محتاج ہے۔ ان کے فقدان سے نظامِ حیات میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ لیکن لوگ تنگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تحسینیات کا تعلق ان چیزوں سے بچنا ہے جو عقل انسانی کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ اچھی عادتوں اور ان تمام خصلتوں کو اختیار کرنا ہے جن کی انسانی مروت متقاضی ہو۔ اس میں جملہ مکارم اخلاق، اور انسانی عادات و معاملات میں بہتر سے بہتر راستہ اختیار کرنا شامل ہے۔ تاہم تحسینیات کے حاصل نہ ہونے سے نظام زندگی میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی لوگ تنگی ومشقت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی سیدھے راستہ سے ہٹ جاتی ہے اور ان صفات سے دُور ہو جاتی ہے جن کی طبائع سلیمہ اور اچھی عادتیں متقاضی ہیں۔

شرعی احکام ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کو وجود میں لانے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ انسانوں کے عام مفاد اور مصالح کو تحفظ دیا گیا ہے۔

ضروریات کی حفاظت کے لئے احکام کی دو صورتیں ہیں:۔

اوّل :۔ ان ضروریات کی اقامت ، اس طرح کہ ان کے ارکان کو پورا کیا جائے اور ان کی بنیادیں مضبوط کی جائیں۔

دوم :۔ ان ضروریات کے پورا ہونے میں کوئی خلل واقع ہو ، یا متوقع ہو تو اس کو دُور کرنا یعنی ان ضروریات کو پورا کرنے کا ایک پہلو مثبت ہے دوسرا منفی۔

اصول عبادت : اقامت دین کے لئے عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں ایمان ، نماز ، روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ شامل ہیں۔

عادات :۔ ان سے متعلق احکام ، نفس (جان) و عقل (ہوش و حواس) انسانی کو قائم رکھنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ ان میں کھانے ، پینے ، پہننے اور رہنے سے متعلق احکام شامل ہیں۔ ایسے احکام جن کا تعلق تلاش رزق سے ہے ، یا لوگوں کے درمیان باہمی معاملات سے ہے ، خواہ وہ شادی بیاہ سے متعلق ہوں ، مال سے یا منافع سے ، اقامت نسل اور مال کے لئے دیئے گئے ہیں اور انسانی عادات سے متعلق احکام کے واسطہ سے یہ حفاظت نفس و عقل کے لئے بھی ہیں۔ اقامت ضروریات کا یہ تو مثبت پہلو تھا۔ اب منفی پہلو ملاحظہ ہو۔

یہ عقوبات ہیں :۔ شریعت میں سزائیں انسانی ضروریات میں کسی واقع ہونے والے یا متوقع خلل کو دُور کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ جہاد ، ارتداد کی سزا ، دین سے گمراہ کرنے والوں پر پابندی ، اور لوگوں کے عقائد خراب کرنے پر سزا ، ان سب احکام کا مقصد دین کو نقصان پہنچانے سے بچاتا ہے۔ نسل انسانی کی بقا اور افزائش کے لئے نکاح کا حکم دیا گیا اور نفسِ انسانی کی حفاظت ، اور اس کو ضرر ہلاکت سے بچانے کے لئے قصاص و دیت کا حکم دیا گیا۔ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا حرام قرار دیا گیا۔

عقل کی حفاظت کے لئے شراب کو حرام قرار دیا گیا اور اس کے پینے والے کے لئے سزا مقرر کی گئی۔ نسب کی حفاظت کے لئے زنا پر حد مقرر کی گئی اور انسان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے حد قذف (تہمت زنا) کا حکم دیا گیا۔ حصول مال اور اس سے نفع اٹھانے کے لئے آپس میں لین دین اور دوسرے معاملات سے متعلق احکام دیئے گئے۔ اور مال کی حفاظت کے لئے لوگوں کا مال ناجائز

طریقہ سے حاصل کرنا اور اس کو تلف کرنا حرام قرار دیا گیا۔ نابالغ، خبط الحواس اور ناپختہ عقل رکھنے والے اشخاص کے لین دین اور کاروبار پر پابندی عائد کی گئی۔ سود کو حرام قرار دیا گیا۔ چوری پر سزا مقرر کی گئی۔

حاجیات میں مشقت سے بچنے کے لئے رخصتیں رکھی گئیں۔ جیسے مریض و مسافر کو روزہ ترک کرنے کی اجازت، بارش، اندھیرے، سخت سردی اور خوف کی حالت میں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت۔ سفر، بارش وغیرہ میں جمع بین الصلوٰتین (دو نمازیں ملا کر پڑھنے) کا حکم۔ یہ سب رخصتیں عبادات سے متعلق ہیں۔ عادات میں شکار کی اجازت، حلال و طیب چیزوں کا استعمال، لذیذ مشروبات اور کھانوں کی اجازت، خوش پوشی، عالیشان مکان اور بہترین سواری رکھنے کی اجازت۔ معاملات میں سلم استصناع، مزارعت اور مساقات کی اجازت دی گئی۔ حالانکہ بیع سلم اور استصناع معدوم شے کی بیع ہے اور عام قواعد کی رو سے یہ ناجائز ہے۔ لوگوں کو تنگی و مشقت سے بچانے کے لئے ان کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب رخصتیں ہیں اور عمومی قواعد کا ان پر اطلاق نہیں ہوتا۔ جب جب میاں بیوی کے درمیان تعلقات انتہائی خراب ہوجائیں، زندگی اجیرن ہوجائے یا ایسے اسباب پیدا ہوجائیں جو دونوں کے درمیان تفریق کے متقاضی ہوں، ایسے حالات میں پریشانی سے نجات دلانے کے لئے طلاق کا حکم دیا گیا۔ عقوبات میں قتل خطاء کی صورت میں عاقلہ پر دیت واجب کی گئی۔ قاتل کا پتہ نہ لگنے کی صورت میں قسامت کا اصول وضع کیا گیا۔ شبہات کی صورت میں حدود کو ساقط کر دیا گیا۔ جو کاریگر گاہک کی چیز قصداً تلف کردیں انہیں ضامن قرار دیا گیا۔ اصطلاح میں اس کو تضمین الصناع کہتے ہیں

اب تحسینیات کی مثالیں دیکھیے۔ بدن اور کپڑوں کی پاکیزگی کے لئے طہارت کا حکم دیا گیا۔ سترگاہ کو چھپانے، عبادت کے وقت عمدہ اور پاک صاف کپڑے پہننے اور صاف ستھرے رہنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے نفلی عبادات کا حکم دیا گیا۔ ان کا تعلق عبادات سے ہے۔ انسانی عادات میں خورد و نوش کے آداب بتائے گئے۔ کھانے پینے میں نجس اور مکروہ چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ اسراف کی ممانعت کی گئی۔ معاملات میں نجس چیزوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کی گئی۔ جو چیزیں ضرورت سے زائد ہوں ان کو دوسرے ضرورت مندوں کو دینے کی ترغیب

دی گئی۔ اگر کوئی شخص ایک چیز خرید رہا ہو تو دوسرے کو اس کے خرید نے سے منع کیا گیا۔ جنگوں میں عام حالات میں درخت کاٹنے، آگ لگانے، بچوں اور عورتوں، بوڑھوں اور راہبوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا۔ اسی طرح مثلہ اور فریب، اور وعدہ خلافی سے منع کیا گیا۔

مختصر یہ کہ شریعت کے تمام احکام کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقاصد شریعت انہی تینوں قسموں میں محدود ہیں۔ تشریع احکام سے شارع کا مقصد ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی حفاظت ہے[۱]۔

علماء اصول نے ان تینوں قسموں کے مکملات کا بھی ذکر کیا ہے۔ یعنی وہ احکام جو ان تینوں مقاصد کے تکملہ اور تتمہ کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ ہم مختصر طور پر ان کی مثالیں بیان کریں گے۔ ضروریات کے مکملات کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

عبادات میں حفاظت دین کے لئے نماز کا حکم دیا گیا ہے، اس کی تکمیل کے لئے اذان اور جماعت کے قیام کا حکم دیا گیا۔ حفظ نفس (حفاظت جان) کے لئے قصاص کا حکم دیا گیا، اور اس کی تکمیل کے لئے مماثلت کو شرط قرار دیا گیا۔ حفاظت نسل کے لئے نکاح کو حلال اور زنا کو حرام قرار دیا گیا، اور اس کی تکمیل کے لئے زوجین کے درمیان کفو یا کفاءۃ کا حکم دیا گیا۔ تاکہ زوجین کے درمیان مساوات اور ہم آہنگی کے سبب اتحاد و اتفاق قائم رہے، تنہائی میں اجنبی عورت سے ملنا بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہے۔ یہ حکم ذریعہ کے طور پر دیا گیا ہے۔

حاجیات سے متعلق مکملات مثالیں ملاحظہ ہوں۔ عبادات میں سفر میں قصر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ جمع بین الصلاتین اس کی تکمیل کے لئے۔ ولی کو نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی کرنے کا اختیار ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے کفاءۃ اور مہر مثل کی شرط لگائی گئی ہے۔ معاملات میں خرید و فروخت کی اجازت ہے۔ لیکن اس کی تکمیل کے لئے شہادت کی شرط لگائی گئی۔

تحسینیات میں جو چیزیں واجب ہیں مستحبات سے ان کی تکمیل کی گئی ہے جیسے طہارت میں

---

[۱] غزالی۔ شفاء الغلیل۔ مطبعۃ الارشاد بغداد۔ ۱۹۷۱ء ص ۱۵۹۔ ۱۶۱، نیز دیکھئے غزالی المستصفیٰ من علوم الاصول۔ مطبعۃ مصطفےٰ محمد۔ قاہرہ۔ ۱۹۳۷ء جلد اول ص ۱۳۹۔ ۱۴۱۔ شاطبی الموافقات ج ۲ ص ۳۲۔ ۳۴۔ طبع مصر ۱۹۶۹ء

بعض چیزیں واجب ہیں بعض مستحب۔

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو تحسینات حاجیات کے لئے مکملات ہیں، اور ضروریات کی تکمیل حاجیات سے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ضروریات مقاصد شریعت میں اصل ہیں۔ اس لئے جو شخص ضروریات میں خلل ڈالے گا وہ حاجیات و تحسینات میں بھی خلل ڈالے گا۔ اور جو ان دونوں میں خلل ڈالے گا وہ ضروریات میں بھی خلل ڈالے گا۔ اس لئے حاجیات و تحسینات کی حفاظت ضروریات کی حفاظت ہے۔ جو شخص فرائض کو چھوڑے گا، وہ نوافل کو تو زیادہ ڈھنائی کے ساتھ چھوڑے گا۔ اور جو شخص نوافل کا پابند ہوگا، وہ فرائض کی پابندی بدرجہ اولیٰ کرے گا۔

قاعدہ یہ ہے کہ اصل کو ہمیشہ مکملات پر مقدم رکھا جاتا ہے اور مکملات کو اس حد تک اہمیت نہیں دی جاتی کہ اصل ہی فوت ہو جائے۔ کسی تحسینی امر کا اس حد تک خیال نہیں رکھا جائے گا۔ کہ حاجی یا ضروری باطل ہو جائے۔ اسی طرح حاجی کا اس حد تک لحاظ نہیں کیا جائے گا کہ اس سے ضروری ہی ختم ہو جائے۔ نماز حفاظت دین کے سبب ضروری ہے۔ اور استقبال قبلہ اس کے لئے مکملات میں سے ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی سبب سے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہو تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی۔ حفاظت جان کے لئے حلال و طیب کھانا ضروری ہے۔ لیکن اضطرار و مجبوری کی حالت میں مردار و حرام کھانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ نجس کھانوں سے بچنا امر تحسینی ہے۔ اس لئے ضروری تحسینی پر مقدم ہوگا۔ حفاظتِ جان کے لئے امراض کا علاج ضروری ہے۔ ستر چھپانا ایک امر تحسینی ہے اور اس کے مکملات میں سے ہے۔ اس لئے علاج کی ضرورت سے ستر کھولنے کی اجازت ہے۔ اس قاعدہ کی رُو سے ضروریات حاجیات میں سے جن چیزوں کی ممانعت ہے ان کو مباح کر دیتی ہیں، اور حاجیات تحسینات میں جن چیزوں کی ممانعت ہے ان کو مباح کر دیتی ہیں

بعض اوقات ضروریات میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حفاظتِ دین اور حفاظتِ جان دونوں ضروری ہیں لیکن حفاظت دین کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا اور اس معاملہ میں حفاظتِ جان کو ثانوی قرار دیا گیا۔ کیونکہ چند انسانوں کی ہلاکت کے مقابلہ میں دین کو بچانا مقدم ہے۔ شدید پیاس کے وقت جب کوئی دوسری حلال چیز پینے کے لئے موجود نہ ہو تو بقدر ضرورت جان بچانے کے لئے شراب پینا جائز ہے، یہی حکم اکراہ کا بھی ہے۔ کیونکہ جان بچانا عقل کے بچانے پر مقدم ہے

اگر کوئی شخص دوسرے کو کسی کا مال تلف کرنے پر مجبور کرے، اور تلف نہ کرنے پر ہلاکت جان کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے دوسرے کا مال تلف کرنا جائز ہے، کیونکہ حفاظت جان حفاظت مال پر مقدم ہے[1]

شرعی احکام میں ان تینوں مراتب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور ان مراتب سے ناواقفیت کے سبب بعض احکام کے مقاصد سمجھ میں نہیں آتے۔ شریعت کے تمام احکام ایک ہی نہج اور ایک ہی بنیاد پر قائم ہیں۔ وہ نہج مصالح کا حصول، اور مفاسد کا دور کرنا ہے۔ شریعت کی بنیاد، اس کے مزاج اور اس کے مقاصد کو ابن القیم نے نہایت جامعیت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔

فان الشریعه مبناها واساسها علی الحکم ومصالح العباد فی المعاش والمعاد وهی عدل کلها ورحمة کلها ومصالح کلها وحکمة کلها فکل مسالة خرجت من العدل الی الجور، وعن الرحمة الی ضدها وعن المصلحة الی المفسدة وعن الحکمة الی العبث، فلیست من الشریعة وان ادخلت فیها بالتاویل۔ فالشریعة عدل الله بین عباده ورحمته بین خلقه۔ وظله فی ارضه وحکمته الدالة علیه وعلی صدق رسوله صلی الله علیه وسلم اتم دلالة واصدقها۔[2]

ترجمہ۔ شریعت کی بنیاد حکمتوں پر ہے۔ اس کی اساس دنیا و آخرت میں بندوں کی مصالح پر ہے یہ سراپا عدل ہے۔ سراپا رحمت ہے۔ سراپا مصلحت ہے، اور سراپا حکمت ہے۔ جو بات عدل سے نکلکر ظلم کے دائرہ میں چلی جائے، رحمت سے نکل کر اس کی ضد یعنی زحمت میں داخل ہو جائے، مصلحت یعنی فائدہ سے نکل کر مفسدہ یعنی خرابی و نقصان میں جا گھسے، اور حکمت سے نکل کر وہ بے مقصد اور لایعنی بن جائے، اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ تاویلات سے کچھ کھینچ تان کر اس کو شریعت میں داخل کر دیا جائے۔ شریعت بندوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے عین عدل و انصاف اور اس کی مخلوق کے درمیان اس کی رحمت کا نام ہے۔ اس کی زمین میں یہ اس کا سایہ ہے اور اس کی یہ ایسی حکمت ہے جو خدا اور اس کے رسول کی صداقت کو مکمل طور پر بتلاتی ہے۔

شریعت کا مقصد انسانوں کی مصالح کا حصول، ان کی تکمیل اور مفاسد کا خاتمہ ہے۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ انسانوں کو درپیش مسائل اور ان کی مصالح کے حصول میں وہ تنگ دامن ہو۔ اس کے

---

[1] علی حسب اللہ۔ اصول التشریع الاسلامی۔ دار المعارف۔ قاہرہ ۱۹۶۴ء ص ۲۶۲-۲۶۴

[2] ابن القیم۔ اعلام الموقعین۔ مکتبہ الکلیات الازہریہ۔ قاہرہ ۱۹۶۸ء ج ۳۔ ص ۳۔

مقاصد صاف طور پر بتلاتے ہیں کہ شریعت اسلامی ہر زمانہ اور ہر مقام کے لئے موزوں ہے۔

شریعت کے بنیادی اصول اور اس کے احکام کا مزاج :

شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں ۔ پہلی قسم تفصیلی احکام کی شکل میں ہے۔ اور دوسری قسم قواعد اور اصولوں کی شکل میں ۔ دونوں قسم کے احکام ہر زمانہ اور ہر مقام کے موافق ہیں ۔ اور شریعت کی عالمگیریت بقا اور ابدیت کو بتلاتے ہیں ۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ہم اس کی وضاحت کریں گے۔

تفصیلی احکام :۔ ان کا تعلق عقیدہ ، عبادات ، یا اخلاق سے ہے ، یا پھر ایسے مسائل سے ہے جو افراد کے باہمی رشتہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔

عقیدہ سے متعلق احکام میں اللہ تعالیٰ پر ، آخرت پر اور ایسی ہی دوسرے بنیادی چیزوں پر ایمان ہے ۔ آفرینش عالم سے لے کر اب تک کسی ایسے زمانہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا جس میں انسان اس عقیدہ سے بے نیاز رہا ہو ۔ عقیدہ سے متعلق احکام حقائق کو بیان کرتے ہیں ۔ اور حقائق ہمیشہ دائمی ہوتے ہیں ۔ عبادت سے متعلق احکام ایک فرد کا اس کے رب کے ساتھ تعلق استوار کرتے ہیں اور انسان ہر زمانہ میں اس تنظیم کا محتاج رہا ہے ۔ شریعت کی بتلائی ہوئی خاص شکلوں کے ساتھ عبادت میں دنیوی فوائد مزید برآں ہیں ۔ اس سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے ۔ معاشرہ درست ہوتا ہے ۔ قرآن مجید میں نماز کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے زکوٰۃ فرد کے خدا کے ساتھ تعلق کو مالی اعتبار سے منظم کرتی ہے ۔ پوری جماعت کے لئے اس کا فائدہ اور مصلحت واضح ہے ۔ حج کا بھی یہی حال ہے ۔

زندگی کے حالات کو استوار کرنے اور معاشرہ کو منظم رکھنے میں اخلاق کو ایک بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے ۔ مادی ترقی کے باوجود انسان اخلاق سے مستغنی نہیں ہو سکتا ۔ اس وقت کی مادی دنیا اخلاقی بحران کا شکار ہے ۔ اخلاق درحقیقت بعض ثابت شدہ حقیقتوں پر قائم ہیں ۔ کسی ایسے زمانہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا جس میں سچائی ، عدل وانصاف ، ایفاء عہد ، وغیرہ اخلاقی صفات کو اچھا نہ سمجھا گیا ہو ۔ ظلم جھوٹ بدعہدی وغیرہ جیسی اخلاقی برائیوں کو برا نہ سمجھا گیا ہو ۔ اگرچہ بعض اوقات مادی مصالح کے پیش نظر ان کو اضافی سمجھا گیا ہے ۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ انسان جنگل کی زندگی بسر کرنا شروع کر دے ، اور اپنی ابتدائی فطری زندگی کی طرف لوٹ آئے ۔

دوسرے تفصیلی احکام کا تعلق افراد کے باہمی روابط سے ہے۔ یہ بھی غیر متبدل ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ اور ہر جماعت میں ان کی ضرورت باقی رہے گی۔ دوسرے احکام نہ ان کی جگہ لے سکتے ہیں اور نہ انسانوں کی مصالح پوری کر سکتے ہیں۔ ان احکام میں بعض کا تعلق ازدواجی رشتہ سے ہے۔ اسلامی شریعت میں نکاح کا نظام انتہائی سادگی پر مبنی ہے۔ اس میں بس اتنا کافی ہے کہ کوئی مرد یا عورت شادی کی نیت سے اپنے آپ کو دوسرے کو پیش کرے، اور گواہوں کی موجودگی میں دوسرا فریق اس کو قبول کر لے۔ گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کا یہ معاہدہ نکاح اور سفاح (مرد اور عورت کے خفیہ جنسی تعلقات) کے درمیان تمیز کے لئے ضروری ہے۔ اس سے اس معاہدہ کی عزت و شرف کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اس لئے نکاح کے درست ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ کسی خاص آدمی کے ہاتھ پر ہو، یا کسی خاص جگہ پر ہو، یا کسی خاص کیفیت کے ساتھ ہو۔ یا کسی خاص زبان یا مذہبی گیتوں کے ساتھ ہو۔ عقل انسانی نکاح کا اس سے زیادہ سادہ اور موزوں کوئی دوسرا طریقہ نہیں سوچ سکتی۔

زوجین کے درمیان تفریق سے متعلق تشریعی احکام ایک فطری اور معقول امر ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان نفرت، کراہت، اور ایسے ہی دوسرے اسباب موجود ہوں جو ان کی تفریق کے متقاضی ہوں، تو ایسی حالت میں عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کی اجازت دیدی جائے، تاکہ ان میں سے ہر فریق اپنے موافق حال راستہ تلاش کرے۔ یہاں ایک یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی شریعت نے صرف مرد ہی کو طلاق کا حق کیوں دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے عورت کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا۔ باہمی رضامندی سے خلع بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور نکاح کے وقت عورت کو طلاق کا حق بھی دیا جا سکتا ہے۔ عورت کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ اگر اس کو تکلیف پہنچائے اور اس کی حق تلفی کرے تو وہ عدالت سے رجوع کر کے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

اسلامی شریعت میں میراث کا نظام اور ورثاء کے حصوں کی تحدید ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں مختلف پہلوؤں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً وارث کی قریبی رشتہ داری، اس کی ضرورت دولت کے ارتکاز کو روکنا وغیرہ میراث کا شرعی نظام اس کی بنیادیں، اور اس کی مختلف حیثیتیں، ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے موزوں و مناسب ہیں۔

اب اقتصادی نظام کی طرف آیئے۔ اسلام میں صرف سرمایہ بغیر محنت کے عامل پیداوار نہیں ہے پیداوار کا عامل محنت کو بتایا گیا ہے۔ اسی لئے اسلامی شریعت میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سود کے مفاسد اس کی اصل اور ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اس سے کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ کسی معاشرہ میں سود کی موجودگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اس میں فساد وخرابی جڑ پکڑ چکے ہیں۔ ظلم و زیادتی کے لئے راستہ کھلا ہے۔ اور افراد کے درمیان اجتماعی تعاون کا فقدان ہے۔ ایسے فاسد معاشرہ کا علاج یہ ہے کہ اس کی بنیادی اصلاح کی جائے اور سود کے سارے مواقع ختم کر دیئے۔ معیشت کو ایسی بنیادوں اور قدروں پر قائم کیا جائے جس سے قطعی طور پر سود کا سدباب ہو جائے۔ صرف چند قوانین بنانے، اور کجی وخرابی کو دور کرنے کے لئے کچھ اقدامات کرنے کا کام اصلاح نہیں ہے۔

اسلامی شریعت میں سزاؤں سے متعلق احکام دو قسم کے ہیں:۔ قرآن وسنت میں بعض جرائم پر سزائیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ ان کو حدود کہا جاتا ہے۔ یہ ارتداد، زنا۔ قذف۔ چوری، رہزنی، اور شراب نوشی سے متعلق سزائیں ہیں۔ اور قتل کی سزا قصاص یا دیت ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے جرائم کی سزاؤں کو حکام کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے ان کو تعزیری سزائیں کہا جاتا ہے۔ ان سزاؤں کے مقرر کرنے میں جرم کی نوعیت، حالات، مجرم کی حالت، اور معاشرہ کے نقصان کا لحاظ رکھا گیا ہے اس کا ایک اصول قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:۔ وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره علی الله انه لایحب الظلمین (الشوریٰ ۔ ۴۰) ترجمہ۔ اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

شریعت نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ سب کی سب خیر، صلاح، اور عدل پر مبنی ہیں اور کوئی بھی اچھا معاشرہ ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ان کا مقصد مجرم کو جرم سے روکنا، معاشرہ کو جرائم سے پاک کرنا، اور امت اسلامیہ کی مصالح کی حفاظت ہے۔ اب ہم حدود و قصاص میں سے ہر سزا کا علیحدہ علیحدہ جائزہ پیش کرتے ہیں۔

ارتداد کی سزا دو باتوں پر مبنی ہے۔ سرکشی وبغاوت کو دور کرنا، اور معاشرہ سے فساد

اور بگاڑ کو ختم کرنا جس شخص نے اسلام کو قبول کیا ہو۔ وہ شرعی احکام اور قواعد کا پابند ہے۔ اسلام سے سرکشی کی اسکو اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بغاوت و نافرمانی میں فرق ہے۔ نافرمانی کی صورت میں معمولی سزا دے کر اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ لیکن باغی کو عبرتناک سزا ملنی چاہیئے تاکہ دوسرے لوگ اس سے گریز کریں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو قبول اسلام مذاق بن کر رہ جائے گا۔

مرتد نافرمان نہیں باغی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو سنگین سزا دی جاتی ہے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہر شخص کو غور و فکر اور انتخاب کی پوری آزادی ہے۔ قبول اسلام کے بعد اس کو سرکشی و بغاوت کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اس طرح ارتداد سے پوری جماعت متاثر ہوتی ہے۔ یہ پوری امت میں بگاڑ و فساد کا باعث بنتا ہے۔ اس سے لوگ اسلام کے بارے میں شک و شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ جس ریاست نے اپنے قیام، بقا اور مقاصد کے لئے اسلام کو بنیاد بنایا ہو ارتداد اس کے وجود کی جڑیں ہلا دیتا ہے۔ اس لئے یہ عقل کا تقاضا ہے کہ اس معاشرے سے جو اسلام کے سامنے جھک رہا ہو اور اس ریاست سے جس نے اسلام کو اپنی زندگی کی بنیاد بنایا ہو، اس فساد و خرابی کو دور کرنے کے لئے ایسی ہی عبرتناک سزا مقرر کرنا ضروری ہے

اسلامی شریعت میں زنا کی سزا بلا شبہ نہایت سنگین ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ جرم بھی بہت سنگین ہے۔ ایک طرف اس سے بے حیائی، بد چلنی اور بد اخلاقی پھیلتی ہے۔ اور دوسری طرف فرد، خاندان اور معاشرہ کو زبردست نقصان پہنچتا ہے۔ طرح طرح کے امراض جنم لیتے ہیں۔ زنا جنسی بے راہ روی، گھروں کی بربادی اور شادی سے نفرت وغیرہ جیسی برائیوں کا باعث بنتا ہے۔ شریعت اخلاق کو تباہ کرنے والی ہر بلا کو سختی سے روکتی ہے۔ جس معاشرہ کی بنیاد ایمان، اخلاق اور عمل صالح پر ہو، وہ زنا جیسے گھناؤنے جرم کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ زنا کی سزا سے پہلے شریعت نے اس کی دواعی و محرکات کا سد باب کیا ہے۔ اگر ان پر پوری طرح عمل کیا جائے تو معاشرہ کا زنا کی طرف میلان ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ان سب پابندیوں و نکاح کی ترغیب کے بعد بھی اگر معاشرہ میں کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو عبرتناک سزا ملنی چاہیئے۔ حد زنا میں چار گواہوں کی شرط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت زنا علانیہ ناجائز جنسی اختلاط کا نام ہے جب تک یہ جرم کسی کھلے مقام پر نہ کیا جائے چار گواہ میسر نہیں آسکتے۔ اس کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ جو زنا چھپ کر کیا جائے اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ شریعت نے اس پر بھی تعزیز مقرر کی ہے۔ اور جیسا جرم ہو ویسی ہی اس کی سزا رکھی ہے۔

اسلامی شریعت میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بڑی وحشیانہ اور سنگدلانہ سزا ہے، اور ہمارے زمانہ کے قطعاً مناسب نہیں ہے۔ یہ ایک سطحی اور لچر اعتراض ہے اور اسلامی شریعت کی حقیقت و مقاصد سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ اسلامی شریعت نے معاشرہ میں ہر فرد کی کفالت کی ضمانت دی ہے۔ یہ خاندان سے شروع ہوتی ہے اور ریاست پر ختم ہوتی ہے۔ شریعت نے خاندان کے افراد پر باہمی کفالت کی ذمّہ داری عاید کی ہے۔ ان میں جو مالدار ہوں ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے نادار رشتہ داروں پر اپنی دولت خرچ کریں۔ اب معاشرہ میں جو شخص معذور و محتاج ہوگا۔ اس باہمی کفالت کی ذمہ داری سے اس کی ضروریات پوری ہوں گی۔ اگر اس سے بھی ضرورت پوری نہ ہو، یا دولت مندوں کے مال سے غریبوں کو کوئی حصّہ نہ ملے، تو حکومت کا فرض ہے کہ اس کی ضرورت کو پورا کرے، اور سرکاری خزانہ سے اس کو اتنی رقم دے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے یا ایسا کوئی موقع میسّر نہ ہو تو اسلامی حکومت کی یہ ذمّہ داری ہے کہ جو لوگ کام کرنے کے قابل ہوں ان کو روزگار فراہم کرے اور جو شخص کام کرنے کے قابل نہ ہوں حکومت اس کی کفالت کرے۔ اس معاملہ میں مسلم و غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں، جب تک یہ لوگ اسلامی ریاست کے باشندے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی طرزِ عمل تھا۔ ذمیوں میں سے جو لوگ کام کرنے کے قابل نہ ہوتے تو آپ سرکاری خزانہ سے ان کی کفالت فرماتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک خط بصرہ کے گورنر علی بن ارطاۃ کے نام لکھا تھا..... امابعد

"تم خود یہ جانچ کرو کہ ذمیوں میں سے جو بوڑھے ہو چکے ہوں، یا کمزور ہوں اور ان کے روزگار کا کوئی بندوبست نہ ہو، تو ایسے لوگوں کو مسلمانوں کے بیت المال میں سے اتنا وظیفہ دو جو ان کے مناسب حال ہو۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک بار حضرت عمر ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو در در لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ ہم نے یہ انصاف نہیں کیا کہ جوانی میں ہم نے تم سے جزیہ وصول کیا۔ اور بڑھاپے میں بے سہارا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد

آپ نے اس کا اتنا وظیفہ مقرر کر دیا جو اس کی ضروریات کے لئے کافی تھا[ے]

ایک ایسے مثالی معاشرہ میں جو اس قسم کی تنظیم اور اجتماعی کفالت کے اصول پر قائم ہو، اگر کوئی چور پایا جائے جو ناحق دوسروں کے مال کی طرف ہاتھ بڑھائے، رات کی تاریکی میں دیوار پھاند کر میٹھی نیند سوئے ہوتے لوگوں کو خوف زدہ کرے، تو اسلامی شریعت نے ایسے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے۔ اسلامی سلطنت کے اجتماعی کفالت کے نظام کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سنگدلانہ و وحشیانہ سزا ہے۔ یہ تو ایک پہلو تھا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ سزا کا مقصد اصلاحِ نفس، جرائم کا سدباب، معاشرہ میں قرار و سکون قائم کرنا، اور دلوں میں چین و اطمینان پیدا کرنا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سخت قسم کی سزا سے ہی یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ چند دن جیل میں بند رکھنا اس کے لئے کافی نہیں۔

اسلامی شریعت میں قتل عمد کی سزا قصاص ہے۔ لیکن مقتول کے ولی کو یہ اختیار ہے کہ چاہے وہ قصاص کا مطالبہ کرے، دیت قبول کرلے یا چاہے تو معاف کر دے۔ اس نظام میں انسانی فطرت کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا کہ طبیعت انسانی اس بات کو پسند کرتی ہے کہ مجرم سے بدلہ لیا جائے۔ قصاص کا حکم اسی تشنگی کو دور کرتا ہے اس حکم میں معاشرتی مصالح کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ قصاص نہ صرف اس جرم سے روک دیتا ہے بلکہ معاشرہ میں بے شمار انسانی جانوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید میں قصاص کی مصلحت بتلاتے ہوئے نہایت جامع الفاظ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون (البقرہ ۱۷۹)

اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے، اے عقل والو۔ تاکہ تم خدا سے ڈرو۔ اس طرح قصاص سے ایک طرف انتقام کی آگ بجھ جاتی ہے، دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے، اور دوسری طرف معاشرہ میں قتل و خون ریزی کا سدباب بھی ہو جاتا ہے۔ اگر کسی قاتل کو مقتول کے ورثاء نے معاف کر دیا۔ یا خوں بہا قبول کر لیا۔ تب بھی تعزیراً اس کو سزا دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس نے ایسا جرم کیا تھا جس میں ایک فرد اور معاشرہ دونوں کا حق شامل ہے۔ فرد نے تو اپنا حق معاف کر دیا۔ لیکن معاشرہ کا حق ابھی باقی ہے

ے ابو یوسف کتاب الخراج، بولاق ۱۳۰۲ھ ص ۷۲، ابو عبید۔ کتاب الاموال، مطبعہ قاہرہ، قاہرہ ۱۳۵۳ھ ص ۴۶۔

لیکن یہ جرم کی نوعیت پر منحصر ہے۔[۱]

قذف کی سزا اس شخص کو دی جاتی ہے جو کسی دوسرے شخص پر، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، زنا کی تہمت لگائے۔ اس سزا کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں لوگوں کی عزت و آبرو محفوظ رہے۔ لوگ ایک دوسرے پر جھوٹے الزام تراشی نہ کریں۔ اور اس کے نتیجہ میں جو عداوتیں، جھگڑے اور بدگمانیاں وجود میں آتی ہیں۔ ان سے معاشرہ کو محفوظ رکھا جائے۔ حد قذف میں اخلاق اور اجتماعی مصلحت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رہزنی کا جرم بھی ہر حیثیت سے چوری کی مانند بلکہ اس سے زیادہ سنگین ہے یہ کھلے بندوں دشمنی، حکومت کے خلاف سرکشی، راستوں میں خوف وہراس پھیلانے اور راہ چلتے لوگوں کو روکنے میں چوروں سے ممتاز ہے۔ اس وجہ سے عام چوری کے مقابلہ میں اس کی سزا بھی زیادہ سخت ہے۔

شراب نوشی کی سزا کا مقصد بھی ارتکاب جرائم کی روک تھام ہے۔ شراب انسان کے ہوش وحواس معطل کر دیتی ہے۔ عقل و تمیز کھو دیتی ہے۔ اس کی یہ مدہوشی اور ہوش وحواس کا فقدان اسے ارتکاب جرم کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے یہ سزا ضروری ہے۔

شریعت اسلامی کی مقرر کردہ سزاؤں کے مقاصد اور اوصاف غیر متبدل ہیں۔ اور ہر زمانہ و ہر مقام پر یہ سزائیں ان کی مصالح کو پورا کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے اس کے جرم و سزا سے متعلق احکام بھی ابدی حیثیت رکھتے ہیں۔

چند اصولی احکام

یہ احکام کی دوسری قسم ہے۔ یہ عام قواعد اور اصول کی شکل میں ہے۔ اسلامی شریعت نے بعض احکام تفصیلی شکل میں دیئے ہیں اور بعض اصولی شکل ہیں۔ اس دوسری قسم کا مقصد یہ ہے کہ انسانی زندگی متحرک اور ارتقاء پذیر ہے۔ انسانی تمدن و حالات یکساں و ایک حالت پر نہیں رہتے اس لئے

---

[۱] عبدالکریم زیدان۔ المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ۔ المطبعۃ العربیہ۔ بغداد ۱۹۶۴ء ص ۵۴۔ بحوالہ ابن فرحون۔ تبصرۃ الحکام۔ ج ۲۔ ص ۲۵۹۔ زیر نظر مقالہ میں بعض مباحث ڈاکٹر زیدان کی محولہ بالا کتاب المدخل سے ماخوذ ہیں۔ مقالہ نگار نے ان کی تلخیص پیش کی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سارے احکام تفصیلی و متعین شکل میں دے دیئے جاتے تو بدلتے ہوئے حالات میں یہ احکام حالات و زمانہ کے تقاضوں کو پورا کر پاتے ۔ اس لئے انسانی زندگی کے بعض شعبوں سے متعلق احکام اصول، عام قواعد، بنیادی تصورات اور اقدار کی صورت میں دیئے گئے ہیں، تاکہ مسلمان اپنے اپنے زمانہ میں ان بنیادی تصورات اور عام اقدار کی روشنی میں ڈھانچہ خود تشکیل دے سکیں ۔ ہمارے پاس اس وقت فقہ اسلامی کا جو قدیم بیش بہا ذخیرہ موجود ہے ۔ اس میں بیشتر احکام اس دور کے معاشرتی حالات سیاسی تقاضوں معاشی ڈھانچے اور تمدن کے ارتقاء پذیری سے متاثر ہیں لیکن اس قدیم فقہی ادب میں جو زریں اصول و قواعد ہمیں ملتے ہیں وہ دور حاضر کے مغربی اصول قانون سے بہت آگے ہیں ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم نے اس بیش قیمت سرمایہ کو تراث اسلامی یا میراث اسلام کا نام دے کر ایک مقدس چیز سمجھا ہوا ہے اور اس کو محفوظ کرنے کے درپے ہوتے ہیں ۔ ان میں اضافہ نئی سوچ نئے تصورات، نئے نظریئے اور نئے اصول وضع کرنے سے گریز کرتے ہیں ؎

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے، قوموں کی زندگی میں

اصولی احکام، قاعدے، ہر موضوع سے متعلق بنیادی تصورات اور قدریں قرآن و سنت میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہاں ان کی صرف مثال ہی دی جا سکتی ہے ۔ اصول شوریٰ، مساوات، عدل و انصاف ہمدردی و تعاون، معروف پر عمل، اور منکر سے اجتناب، نہ خود نقصان اٹھانا، نہ دوسروں کو نقصان پہنچانا ۔ انسانیت کی خدمت، خیر کے کاموں کی تبلیغ، حقوق کی ادائیگی وغیرہ ۔ ابن القیم نے شریعت کے اصول احکام کو کلیہ کے طور پر اس طرح بیان کیا ہے : فاذا ظهرت امارات العدل و اسفر وجهه بای طریق كان فثم شرع الله و دینه[1] ۔ یعنی اگر عدل و انصاف کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں اور عدل کا چہرہ صاف نظر آنے لگے، خواہ یہ کسی طریقہ سے بھی ہو، تو وہیں اللہ کی شریعت اس کا دین ہے ۔ گویا اسلامی شریعت عدل پر قائم ہے، اور اس کا ہر ہر حکم عدل پر مبنی ہے ۔ جہاں عدل ہوگا، وہاں شریعت ہوگی ۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ اسلام کا اپنا نظریہ عدل ہے ۔ اور اس کے مطابق ہی ہر معاملہ کو پرکھا جائے گا ۔ یہاں ہم اس کی مزید تفصیلات میں نہیں جائیں گے ۔

---

[1] ابن القیم الطرق الحکمیۃ ۔ مطبوعہ قاہرہ ص ۱۴ ۔

اسلامی شریعت کی ابدیت کے ثبوت میں شرعی احکام کے ماخذ پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان ماخذ میں لچک موجود ہے۔ شریعت کے اصلی و بنیادی ماخذ کتاب وسنت ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان میں دیئے ہوئے احکام ہر زمان و مکان کے لئے موزوں و مناسب ہیں۔ اجماع اور اجتہاد، اور اجتہاد کے مختلف طریقے جیسے قیاس، استحسان اور استصلاح، ان سب ماخذ میں وسعت اور لچک موجود ہے۔ ان کی تائید خود قرآن وسنت سے ہوتی ہے۔ ان ماخذ سے جو احکام مستنبط کئے جاتے ہیں وہ بھی شریعت ہی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ شریعت نے ان ماخذ کا اعتبار کیا ہے اسلامی شریعت میں اجتہاد کا حکم اس کی ابدیت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ زمانہ چاہے کتنا ہی بدل جائے، حالات چاہے جو بھی کچھ ہوں، انسانی تمدن ترقی کے کتنے ہی مدارج طے کر چکا ہو اجتہاد و اجماع کے اصول کے ذریعہ تمام نئے مسائل کا حل معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں اصول باہم مربوط ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ ان کے ذریعہ بھی امت اسلامیہ زمانہ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ سکتی ہے اس کے لئے مسلسل غور و فکر، محنت و جانفشانی، اجتماعی کوشش اور اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہے۔

چہارم: اسلامی شریعت کی جامعیت

اسلامی شریعت ایک ہمہ گیر اور جامع نظام ہے۔ زندگی سے متعلق جملہ امور پر یہ حاوی ہے یہ نظام انسان کے لئے ایمان کا راستہ متعین کرتا ہے، عقیدہ کے اصول واضح کرتا ہے۔ خدا کے ساتھ اس کا تعلق استوار کرتا ہے۔ نفس کی پاکیزگی کی تلقین کرتا ہے۔ اپنوں اور پرایوں کے ساتھ تعلقات مضبوط کرتا ہے۔ الغرض شریعت کے نظام سے کوئی چیز باہر نہیں۔

شریعت کی اس جامعیت کی روشنی میں اس کے احکام کو ہم تین بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:۔

اوّل: عقیدہ سے متعلق احکام:۔ علم کلام یا علم توحید میں انہی احکام سے متعلق بحث کی جاتی ہے

دوم: اخلاق سے متعلق احکام: علم اخلاق یا تصوف میں ان سے بحث کی جاتی ہے۔

سوم: انسان کے ان اقوال و افعال سے متعلق احکام جو اس کے دوسروں کے ساتھ تعلقات کے

سلطنت میں سرزد ہوتے ہیں۔ ان احکام کا تعلق عمل سے ہے۔ انہی کا نام بعد میں فقہ رکھا گیا ہے ابتداء میں فقہ وشریعت کی تعریف ایک ہی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعریف اس طرح کی تھی معرفة النفس ما لہا وما علیہا یعنی انسان کے حقوق وفرائض کے پہچاننے کا نام فقہ ہے۔ یہ درحقیقت فقہ کی نہیں شریعت کی تعریف ہے۔

ان عملی احکام کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم عبادات ہے۔ عبادت کا مقصد فرد کا اپنے رب کے ساتھ تعلق قائم کرنا ہے۔ دوسری قسم عادات یعنی معاملات ہے۔ معاملات کا مقصد افراد کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات منظم کرنا ہے۔ معاملات سے متعلق احکام مندرجہ ذیل قسموں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ خاندان سے متعلق احکام، جیسے نکاح، طلاق، نفقہ، نسب، رضاعت، وراثت وغیرہ جدید اصطلاح میں ان کو عائلی قوانین یا احوال شخصیہ کہتے ہیں۔

۲۔ افراد کے درمیان مالی معاملات سے متعلق احکام، جیسے خرید و فروخت، اجارہ، رہن، کفالہ، وکالہ وغیرہ۔ جدید اصطلاح میں ان کو قانون معاملات یا دیوانی قوانین کہتے ہیں۔ اسی میں قانون تجارت بھی شامل ہے۔

۳۔ قضاء سے متعلق احکام۔ اس میں قاضی، دعوی، شہادت قسم، طریق اثبات وغیرہ سے متعلق احکام شامل ہیں۔ جدید اصطلاح میں اس کو قانون مرافعات کہتے ہیں۔

۴۔ اسلامی سلطنت میں باہر سے آکر پناہ لینے والے غیر مسلموں سے متعلق احکام، ان کے باہمی تعلقات سے متعلق احکام اور اسلامی سلطنت میں رہنے والے باشندوں کے ساتھ ان کے تعلقات سے متعلق احکام۔ جدید اصطلاح میں اس کو القانون الدولی الخاص کہتے ہیں یعنی خصوصی بین الاقوامی قانون۔ قدیم فقہ میں اس کو سیر کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے

۵۔ زمانہ امن وجنگ میں اسلامی سلطنت کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات سے متعلق احکام۔ جدید اصطلاح میں اس کو القانون الدولی العام کہتے ہیں۔ یعنی عمومی بین الاقوامی قانون۔

۶۔ نظام حکومت، اس کے قواعد، عوام کے حقوق، حکمران کے فرائض، حکمران کے